© rasailojaraid.com

بنے چھپنے تنظیم اور ذرائع ابلاغ وغیرہ میں نفوذ کرتے کرتے لیکا یک سر اُبھاریں تو ۵۰، ۱۰ سال بعد معلوم ہو کہ ان کی مجموعی تعداد تو ۱۵ فیصد ہو چکی ہے۔ اور اکثریتی مسلمان جن کو خاندانی منصوبہ بندی کا تختہ مشق بنایا جاتا رہا ہو وہ ۴۹ فیصد تک پہنچ چکے ہیں تو نتیجہ کیا ہوگا۔ میں تو کہتا ہوں کہ ہمارے اندر بھی ایسے شدید اختلاف اور متعصب گروہ ہو سکتے ہیں جو اقلیتوں کے ساتھ مل کر لادینیت کے محاذ کو مضبوط کرنا بہتر سمجھیں اور اصل مسلم اکثریت کی شکست کو وہ پسند کریں۔ مثلاً ہمارے ان ہمارے عزیز بھائی شیعہ (+ اسمٰعیلی + بوہرے) موجود ہیں۔ کیا سرکاری طور پر اندازے ہیں کہ ان کو حکومتی لحاظ سے کتنا حصہ حاصل ہے۔ اگر صرف پیپلز پارٹی ہی یہ بتا دے کہ اس نے کتنے سنی حضرات کو اور کتنے شیعہ حضرات (و خواتین) کو پارٹی ٹکٹ دیے ہیں اور کتنوں کو حال ہی میں خاص خاص عہدوں پر تعینات کیا ہے (مثلاً حبیب بینک کے صدر نامزد کیے گئے ہیں صفدر عباس زیدی) تو اس وضاحت سے پوری قوم کچھ مگر نامعلوم صورتِ حالات سے واقف ہو جائے گی۔

یہاں کوئی مسئلہ فرقہ واری کا ہے، نہ منافرت کا۔ بلکہ اکثریت، اس کے کسی شدید اختلافی گروہ اور غیر مسلم اقلیتوں کے حقوق کی صحیح تقسیم کا ہے (یعنی حصہ بقدر تناسب)۔

اس موقع پر یہ ذرا سی بات یاد دلا دینا مناسب ہوگا کہ جدہ میں محترمہ وزیر اعظم جب پاکستانیوں سے خطاب کرنے پہنچیں تو "شیعیت زندہ باد اور وہابیت مردہ باد" کے نعرے بھی بلند ہوئے۔ یعنی اس گروہ نے اپنے وجود کو بڑی خوبی سے جتایا۔

مغرب کے ملحدانہ معاشروں میں جب تصورِ عدل بگڑا تو جرم پسندوں کی اکثریت رکھنے والے تمام ملکوں میں جرائم کا نشانہ بن کر اذیت و مظلومی بھگتنے والوں کے بجائے مجموعی ہمدردیاں جرم کاروں کی طرف منعطف ہو گئیں۔ فلسفے میں، نفسیات میں، قانون میں، لٹریچر میں اور اخباری پروپیگنڈے میں ہر طرف یہ رجحان ابھر آیا۔ قدرتی طور پر اسلام جو سوسائٹی کو جرائم سے پاک اور شہریوں کو مطمئن و محفوظ رکھنا چاہتا ہے اس کے ہاں "وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيَاةٌ" "نكالاً من الله" "خزي في الدنيا" "الفساد فساد" جیسے منصوص اصولوں پر نظامِ عدل اور سزائے جرم قائم ہے۔ بعض امور میں معافی نہیں، تاوان نہیں، بعض میں معافی مظلوم فریق کے ہاتھ میں ہے۔ یعنی اسلامی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نقطۂ نظر پیدا ہونا چاہیے۔ ورنہ ایسا معاشرہ معاشی بحران نہیں ہو سکتا۔ بلکہ حامی جرم زدگان ہو گا۔ اگر یہ ترتیب بدل گئی اور حمایت مجرم کا رجحان نمایاں ہو جائے تو یہ مغرب کی لادینی فکر و تہذیب کی شاہراہ پر گامزن ہونے کی علامت ہو گی۔

ہماری حکومت نے بہت بڑے پیمانے پر سزا یافتہ مجرمین کو جن میں انتہائی سنگین اور وحشت ناک جرائم کرنے والے بھی ہیں، رہا کر دیا ہے۔[1] سزائے موت سزائے قید میں بدل دی ہے اور کچھ بڑے قیدیوں کی سزائیں کم کر دی ہیں۔

حسب ذیل مثالوں کو سامنے رکھیے :-

کراچی سے پان ایم کا طیارہ اغوا کرنے والے ۵ فلسطینیوں کو رہا کر دیا گیا ہے۔

ہتھوڑا گروپ سے تعلق رکھنے والے سفاک قاتل گلاب کی رہائی۔

کشمیری بازار کے بم کے دھماکے میں ملوث علی فتح بالر کی رہائی۔

بدنام ڈاکو محمد خان (۶۰ افراد کا قاتل) کی رہائی۔

سانحۂ حیدرآباد کے بدنام ملزم ڈاکٹر مدد علی و گلاب لشاری کی رہائی۔

(تکبیر - ۲۲ دسمبر ۸۸ - ص ۱۰)

---

[1] آج کا اخبار بتاتا ہے کہ ۳۰۲ قیدیوں کی جاری شدہ فہرست میں سے ۵۴ نے بیرون ملک تخریب کاری کی تربیت حاصل کی۔ اور ۴۸ قتل اور دوسرے سنگین جرائم کے مرتکب ہیں۔ ان میں منشیات کی اسمگلنگ، بینک فراڈ، رہزنی، ڈاکہ زنی، قتل، زنا بالجبر اور غیر فطری فعل کے مرتکبین بھی ہیں۔ ایک شخص گیس کی پائپ لائن کو اڑانے کی کوشش میں پکڑا گیا۔ ایک شخص بھارت سے تربیت پا کر امریکی حکام کو قتل کرنے پر مامور تھا۔ اس نے اسلام آباد میں آب پارہ مارکیٹ میں امریکی ٹورز کیمپ پر ہینڈ گرنیڈ مارا۔ تین افراد وہ ہیں جو شیخ انوار الحق چیف جسٹس کو قتل کرنے پر مامور تھے۔ ان کے سامنے دوسرے ججوں کے قتل کا پروگرام بھی تھا۔ محمد رفیق نے دو ٹائم بم نصب کیے، ایک ہوٹل انٹر کانٹی نینٹل کے قریب، دوسرا ڈسٹرکٹ کورٹ کے قریب۔ کہا جاتا ہے کہ اس نے چوہدری ظہور الٰہی کے قتل میں امداد دی۔

(نوائے وقت ۱۶ جنوری ص ۱ کالم ۶ - بقیہ ص آخر کالم ۴، ۵)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

قومی اسمبلی کے قائد حزب اختلاف غلام حیدر وائیں نے نمائندہ چٹان کو انٹرویو میں بتایا کہ محترمہ نے سنگین جرائم کے ملزمان کو جو قتل، ڈکیتی اور دہشت گردی میں ملوث تھے، رہا کر کے بہت بڑی غلطی کی ہے ـــــ ان میں سے زیادہ تر نے پاکستان کے خلاف دہشت گردی کی تربیت بھارت، افغانستان اور لیبیا سے حاصل کی ہوئی ہے ـــــ انہوں نے ہزارہا پاکستانیوں کے خون سے ہولی کھیلی ہے۔ (چٹان - جلد ۴۱ - شمارہ ۴۵، ۴۶ - ص ۱۸)۔

" واضح رہے کہ پیپلز پارٹی کی جانب سے کبھی بھی ذوالفقار تنظیم سے لاتعلقی کا اظہار نہیں کیا گیا۔ اور وہ لوگ جن کا تعلق الذوالفقار تنظیم سے تھا، انہیں رہا کیا گیا ہے" یہ باتیں پنجاب کے وزیر بلدیات و دیہی ترقی پرویز الٰہی نے اخبار نویسوں سے ۱۰ر جنوری کو کہیں۔ (نوائے وقت - ۱۱ر جنوری ص ۱ - کالم ۷، ۸)

محترمہ وزیراعظم کی رحمدلی سے مستفید ہونے والے مجرمین کی کل تعداد ۱۶۹۷۱ ہے۔ مارشل لاء کے تحت سزا یافتہ ۵۵۵۔ موت کی سزا کی عمر قید میں تبدیلی ۲۰۲۹، خواتین اور ۶۰ سال سے زائد عمر کے مجرمین اور ۵ سال سزا بھگت چکنے والے مجرمین کی رہائی ۳۲۷۷۔ (تحریر محمد علی - خصوصی نامہ نگار اوراق ۴ر جنوری ۸۹ء)[1]

مزید تفصیلات اخباروں میں بہت کثرت سے درج ہیں۔ ہم اس پر دو باتیں کہنا چاہتے ہیں کہ اولاً قتل کی سزا (موت) کے علاوہ متعدد ایسے جرائم ہیں جن کی سزائیں اگرچہ شرعی نہیں مگر کم از کم کسی حد کی سزا ہونے سے ترک شریعت کے جرم میں کچھ خفیف سی کمی شاید آجاتی ہو۔ بہرحال بہ حیثیت مجموعی بیشتر سزائیں مخالفت اسلام کی علامت ہیں اور پیروی مغرب کا اظہار و اعلان۔ بلکہ صاف صاف اندیشہ یہ پیدا ہو گیا

---

[1] ایک طریقہ یہ بھی ہو سکتا تھا کہ جن سزا یافتگان کو رہا کرنا مطلوب تھا ان کے مقدموں کے کاغذات عدلیہ کے کسی بنچ یا کمیشن کو پیش کیے جاتے اور وہ اگر کسی کیس میں وجہ خاص دیکھتا تو تحقیق مزید کرتا۔ اسی طرح مارشل لا کی عدالتوں یا سرسری سماعت کے تحت فیصل ہونے والے مقدمات کو عام عدالتوں میں از سرِ نو پیش کر کے فیصلہ حاصل کیا جاتا، مگر یہ تو عدل و جمہوریت کے لمبے راستے ہیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہے کہ شاید سزائے موت کو بالکل اُڑا ہی دیا جائے - یہ فعلِ دینِ فرنگیت کی پیروی میں ایک امتیازی کارنامہ ترقی ہوگا - اگرچہ قرآن اور رسولؐ کے خلاف ہو - ساتھ ہی ساتھ زنا کے جرم میں پکڑی ہوئی عورتوں کو رہا کرنے کے دوران میں ایسی بحثیں پیدا ہوئیں کہ مردوں کے لیے بھی اور عورتوں کے لیے خاص طور پر شریعت کی سزائے زنا —— وحشیانہ ہے - اسے ختم کیا جائے - اس بہانے قانونِ شریعت کے خلاف جذبات کا ایک ریلا اُمڈ پڑا ہے - اوپر ہم نے جس فلم کا ذکر کیا ہے، اُسے یاد رکھیے -

دوسری بات ہم یہ کہنا چاہتے ہیں کہ ایک معاشرے میں یکایک سنگین جرائم کے مجرموں کی ایک بڑی تعداد کو چھوڑ دینا ایک طرف ان کے ہاتھوں اذیت پاتے والے گھرانوں کے بچوں، عورتوں اور بوڑھوں یا بے بس نوجوانوں کے لیے اذیتِ تازہ کا سامان ہوگا - دوسری طرف مجرمین کا یہ لشکر از سرِ نو جرائم کا ایک طوفان اُٹھا دے گا - جو معاشرہ پہلے ہی جرائم پر قابو پانے اور ان کی افزائش کو روکنے میں ناکام ہو (خصوصاً سندھ میں)، وہاں سزا یافتہ مجرموں کو چھوڑ دینا گویا شہری بڑوں میں بھیڑیوں کو چھوڑ دینا ہے -

ساتھ ہی یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ اگر ہر آنے والی حکومت اسی طرح سابق سزا یافتگان کو چھوڑتی رہے اور پھانسی پانے والوں کو شہید قرار دیتی رہے تو پھر کیوں نہ ایک ہی بار سرے سے مقدمہ چلانے اور سزا دینے کے سلسلے ہی کو ختم کر دیا جائے - پولیس کو رخصت کر دیا جائے، عدالتوں پر تالے ڈال دیئے جائیں - جیلوں میں تعلیم گاہیں اور صنعت گاہیں قائم کر دی جائیں، اس طرح ان شعبوں کا خرچ ختم ہو جائے گا اور بجٹ میں بڑی بچت ہوگی جسے ترقیات پر صرف کیا جا سکے گا -

اعزاز و اکرام مجرمینؒ کے متعلق زیادہ دلچسپ خبر (بحوالہ "امن" ۴ جنوری) یہ ہے کہ مخدوم خلیق الزمان نے ایک طویل بیان میں سندھ کے ڈاکوؤں پر مشتمل باقاعدہ "فورس" بنانے کا مشورہ دیا ہے - دوسری طرف لاڑکانہ سے وزیرِ اعظم کے حوالے سے یہ خبر چھپی ہے کہ سندھ میں ڈاکوؤں کو عام معافی دینے پر غور کیا جا رہا ہے —— ۱۹۸۶ء میں پاکستان آنے کے بعد جب بے نظیر صاحبہ لاہور سے جلسے جلوس کرتی ہوئی کراچی اور حیدر آباد کے بعد نواب شاہ پہنچی تھیں تو (بحوالہ نوائے وقت) رات کو سونے والے

(باقی بر صفحہ ۴۳)

۱؎ اِس سلسلے میں ایک چھوٹی سی دلچسپ خبر یہ بھی ہے کہ گورنر پنجاب جناب ٹکا خاں نے ۵۰۰ معافی یافتہ مجرموں کی دعوت کی - کیا خبر آگے جیل کر ان لوگوں کو تمغے اور ایوارڈ ملا کریں -

© rasailojaraid.com